وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے، انہوں نے گہوارے میں کلام کیا، انہیں موت نہیں آئی، وہ آسمان پر زندہ اٹھا لیے گئے اور دنیا میں واپس آکر حق و صداقت کا بول بالا کریں گے۔ حضرت عیسیٰ ہی کے بارے میں مسلمانوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ کا اس درجہ احترام کرنے پر عیسائیوں کو مسلمانوں سے خوش ہونا چاہیے اور انہیں اپنا دوست سمجھنا چاہیے۔ جب نہ معاشی ٹکراؤ ہے، نہ تہذیبی تضاد ہے اور مسیحی فرقے کے پنپنے کے لیے تمام آزادیاں بھی حاصل ہیں تو توہین رسالت کے قانون کو عنوان بنا کر ماحول کو کشیدہ کرنا اپنے پیر پر کلہاڑی مارنے والی بات ہے۔ اقلیت کو اکثریت کے ماحول میں ہی رہنا ہوتا ہے اور اکثریت سے بنا کر رکھنے میں ہی اقلیت کا فائدہ ہے۔ (ہفت روزہ "فرائیڈے اسپیشل"، کراچی- ۱۵ تا ۲۱ مئی ۱۹۹۸ء)

نصرت مرزا

مسیحیوں کے اشتعال انگیز رویے کے اسباب

پاکستان میں مسیحیوں کی تعداد ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق ساڑھے گیارہ لاکھ کے لگ بھگ تھی، اب ۱۹۹۸ء میں تیس لاکھ ہو گئی ہے۔ وہ پاکستان میں ایک پرامن اقلیت کے طور پر رہ رہے تھے، پاکستان کی حکومت اور پاکستان کے عوام کا رویہ ان کے ساتھ فیاضانہ رہا ہے۔ مسیحیوں کا پاکستان کے فلاحی کاموں میں حصہ لینا اچھا جانا جاتا ہے۔ انہوں نے سکول کھولے، ہسپتال بنائے اور دیگر رفاہی کاموں میں حصہ لیا، لیکن یہ ان کی حکمرانی کی ضرورت تھی، پھر مشنری سکولوں میں انگریزی پڑھائی۔ انگریزی کو پذیرائی حاصل تھی، اس لیے یہ سکول خوب پنپے اور آج بھی یہ سکول اپنے نظم و ضبط کی بنا پر اچھے مانے جاتے ہیں۔ عیسائی مشنریوں نے برصغیر کی ان آبادیوں کو عیسائیت پھیلانے کے لیے اپنی نظر میں رکھا جو مسلمانوں کی نظروں سے اوجھل تھیں، یا مشنری جذبوں کی میابی کی بنا پر مسلمان ان پر توجہ نہ دے سکے، یا پھر ان عیسائی مشنری سکولوں یا اداروں نے ان بچوں پر توجہ دی جن کا کوئی نہ تھا۔ اس طرح انہوں نے عیسائیت پھیلائی۔ ہمیں ان کے اس طرز عمل پر اگر کوئی اعتراض تھا تو اس پر کوئی عملی قدم اس لیے نہیں اٹھاتے تھے کہ مسلمانوں کے یہاں ایسے اداروں کا فقدان تھا جو ایسے یتیم بچوں کی پرورش کا کام کرتے۔ ان تمام باتوں کے باوجود مسلمانوں اور مسیحیوں کے تعلقات اچھے خاصے بہتر کہلائے جا سکتے تھے۔ حال ہی میں یکے بعد دیگرے دو گستاخی

رسولؐ کے کئی واقعات میں ملوث ہوئے، ان میں سے دو ایک پکڑے گئے، ایک کیس گوجرانوالہ میں ہوا، بعد میں عدالت سے ضمانت ہونے کے بعد وہ فرار کرا دیا گیا۔ دوسرا کیس ایوب مسیح کا ہوا جس کو سیشن عدالت نے موت کی سزا دی اور جس کے بعد ایک بشپ ڈاکٹر جان جوزف نے خود کشی کر لی، جبکہ دوسرے بشپ کا یہ مؤقف ہے کہ وہ ایک مذہبی شخص تھا، وہ کیوں کر خود کشی کر سکتا تھا، جبکہ خود کشی عیسائیت میں بھی حرام ہے۔ اس کے بعد فسادات پھوٹ پڑے، یہاں تک کہ مسیحیوں نے دل کھول کر مسلمانوں کی دل آزاری کی۔ فیصل آباد، کراچی، راولپنڈی، لاہور میں مسیحیوں نے جلوس نکالے اور مسلمانوں کو اشتعال دلایا۔ میں نے ایک اخبار کی تصویر میں یہ بینر دیکھا کہ توہین رسالت کا قانون مسیحیوں کے لیے قتل کے مترادف ہے۔ میں نے سوچا کہ ممکن ہے کہ مسیحی برادری کسی بڑی غلط فہمی کا شکار ہو رہی ہے یا اس کی کوئی اور وجوہات ہیں۔

ایک بات صاف کر لینا چاہیے کہ کیا مسیحی برادری مسلمانوں کے ساتھ رہ کر ان کی دل آزاری کرنا اپنے مذہب کا حصہ سمجھتی ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے، تو پھر وہ یا تو شرارت کر رہے ہیں یا انہیں کوئی بھکارہا ہے، یا کچھ اور وجوہات ہیں، جن کی وجہ سے وہ مسلمان آبادی سے تصادم کی راہ پر چل نکلے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ عیسائی برادری ایسے کام کیوں کرے کہ مسلمانوں کی دل آزاری ہو۔ کیا کوئی اپنے والد بزرگوار کے بارے میں گستاخانہ کلمات سن سکتا ہے یا کوئی اپنی والدہ ماجدہ کی شان میں گستاخی برداشت کر سکتا ہے؟ مسلمانوں کے نزدیک رسول اکرمؐ کا درجہ ماں اور باپ کے درجے سے بھی بلند ہے، ایسی صورت میں یہ بینر کہ توہین رسالت کا قانون مسیحیوں کے قتل کے مترادف ہے، درست نہیں ہے۔ اس کے بعد میں نے سوچا کہ ۲۰ لاکھ کی قلیل آبادی کیونکر ایسا اقدام کر سکتی ہے اور یہ جرات ان میں کہاں سے آئی کہ وہ ایسا کریں تو اس کی بنیاد میرے نزدیک معاشی ہے۔ پاکستان کے لوگ خصوصاً نوجوان لاکھوں روپے خرچ کر کے امریکہ کا گرین کارڈ یا مغربی ممالک کا ویزا حاصل کرتے ہیں، توہین رسالت کے کیے دو کیسز میں ملعون سلمان رشدی اور بنگلہ دیش کی مصنفہ تسلیمہ نسرین کی مغرب میں بہت پذیرائی ہوئی۔ اس بنا پر شاید پاکستان کے مسیحی نوجوانوں کو یہ پیغام ملا ہو کہ وہ توہین رسالت کر کے مغربی ممالک کا ویزا حاصل کر سکتے ہیں، لیکن مغربی ممالک خود اس طرح اپنے پیر پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔ وہ اگر اپنے مذہب کا خیال کرتے ہیں تو پاکستان کے مسیحی نوجوانوں کو ویزے کی رعایت دے کر مغربی ممالک لے جائیں۔ مسیحی نوجوان اور لڑکے ملا کر کوئی دو لاکھ کے قریب افراد ہوں گے جو اس سے مستفید ہوں گے۔ اگر مغربی ممالک پاکستان کے ان مسیحی نوجوانوں سے ہمدردی رکھتے ہیں تو ترجیحی بنیادوں پر ان نوجوانوں کو ویزا دے سکتے ہیں، یہ نوجوان مغربی ممالک میں جا کر ان کی خدمت بھی کریں گے اور زرمبادلہ بھی پاکستان بھیجیں گے، جس سے پاکستان میں ان

کے خاندانوں میں بھی خوشحالی آ گئی۔

یہاں اگر وہ اس قسم کی حرکات میں ملوث ہوئے تو نہ صرف وہ خطرات میں گھر جائیں گے، بلکہ پاکستان اور ان مغربی ممالک کے درمیان بلا مقصد تعلقات خراب کرنے کا موجب بھی بنیں گے۔ ان کی طرف سے اب مسلح جدوجہد کی باتیں بھی ہونے لگی ہیں، جو خود ان کے اپنے لیے انتہائی خطرہ کا باعث ہے۔ اب یہ بحث بھی زوروں پر ہے کہ آیا بشپ ڈاکٹر جان جوزف نے خودکشی کی یا انہیں قتل کیا گیا اور بعد میں خودکشی کا رنگ دیا گیا۔

پاکستان کے حکمرانوں کو بشپ جان جوزف کی خودکشی یا قتل اس تناظر میں دیکھنا چاہیے کہ کراچی کے صنعتی شہر کی تباہی کے بعد اب پاکستان کے مانچسٹر فیصل آباد کو دشمن کے ایجنٹوں نے تو کہیں نشانہ نہیں بنایا اور "را" کے ایجنٹوں نے جان جوزف کو قتل کیا اور پھر مسیحیوں کے جذبات ابھارے، ان کو مقامی آبادی سے ٹکرایا، تاکہ مغرب میں پاکستان کے بارے میں جو نرم گوشہ پیدا ہو گیا ہے اس کو ختم کیا جا سکے۔ اس وقت دنیا میں مفاد کی جنگ بڑی ہی جدید طرز اور پیچیدہ انداز میں لڑی جا رہی ہے، وہ سیدھے سادے طریقے سے نہیں لڑی جا رہی ہے۔ فیصل آباد کے ان واقعات کے پیچھے مسیحیوں کی بجائے بھارت اور اسرائیل کا ہاتھ نظر آتا ہے جس کو خود مسیحی برادری کو سمجھنا چاہیے۔

بشپ جان جوزف کی خودکشی پر، جو انہوں نے اپنے مذہب کی تعلیمات کے خلاف کی، نہیں بول رہے اور عیسائی برادری گستاخانہ انداز میں بولنے کا حق مانگ رہی ہے، یہ بہت زیادتی ہے، جو کسی صورت میں برداشت نہیں کی جا سکتی، اس لیے عیسائی برادری کو اپنے مطالبات کا از سر نو جائزہ لینا چاہیے۔ اس وقت وہ دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیل کر پاکستان دشمنی کے مرتکب ہو رہے ہیں اور اس طرح خود ان کے اس دعویٰ کی نفی ہو رہی ہے کہ وہ محب وطن ہیں، کیونکہ اس تصادم کا مستفیض صرف اور صرف انڈیا ہے۔

دفعہ ۲۹۵-سی نہ تو مسیحیوں کے احتجاج سے ملتوی ہوگی اور نہ امریکیوں کے دباؤ سے۔ مسیحیوں کو اپنا احترام کرانے کے لیے دوسرے مذاہب کا احترام کرنا چاہیے، ورنہ اس تصادم کا جو منطقی انجام ہو گا، وہ روکا نہیں جا سکے گا۔ مغربی ممالک اپنے رویہ پر نظر ثانی کریں، وہ توہین رسالت کے مرتکب ہونے والے افراد کی پذیرائی نہ کریں۔ اس سے پوری دنیا میں اتھل پتھل شروع ہو جائے گی جس کا نشانہ مغربی ممالک ہی بنیں گے۔ (روزنامہ "نوائے وقت"، راولپنڈی-۲۳ مئی ۱۹۹۸ء)